بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمین مفتیان کرام آپ حضرات سے مسئلہ ہٰذا میں راہنمائی مطلوب ہے، امید ہے کہ تفصیلی جواب سے سرفراز فرما کر مشکور وممنون فرمائیں گے۔

فقہائے احناف میں سے علامہ عینی، علامہ کورانی، ملاعلی قاری اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ "إسبال الإزار" کے بارے میں یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ (اور فتاوی عالمگیریہ میں بھی یہ بات مذکور ہے۔)

ملاحظہ فرمائیں: (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب: من جر إزاره من غير خيلاء: رقم الحديث: ۵۷۸۴-۲۱، ۵۸۸۷/۴۳۷-۴۴۱، دار الكتب العلمية)

(الكوثر الجاري إلى رياض البخاري، كتاب اللباس، باب: من جر إزاره من غير خيلاء: رقم الحديث: ۵۷۸۸، ۹/۳۳۸، دار إحياء التراث العربي)

(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الستر، رقم الحديث: ۷۶۴، ۲/۴۳۹، كتاب اللباس، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۳۱۱، ۸/۱۹۷، رقم الحديث: ۴۳۱۴، ۸/۱۹۸، وكتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم، رقم الحديث: ۵۷۷۱، ۱/۴۵۱، رشيديه)

(اشعة اللمعات، كتاب اللباس، فصل اول: ۳/۵۳۵، مكتبه رضويه نوريه، سكهر)

(الفتاوى الهنديه، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره: ۵/۳۳۳، ط: بولاق)

اور علمائے دیوبند کے اس مسئلہ میں دو گروہ ہیں: پہلے گروہ میں مولانا محمد ادریس کاندہلوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا کاندہلوی رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ "إسبال الإزار" اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ (نوٹ: ان سب حضرات نے اکثر علامہ نووی رحمہ اللہ وغیرہ "شوافع" کی کتب واقوال پر اعتماد کیا ہے)

ملاحظہ فرمائیں: (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ۴/ ۳۸۳، المكتبة العثمانية، لاهور)

(أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب: ما جاء في إسبال الرجل ثوبه: ۱۶/ ۱۷۹ -۱۹۰، دار القلم)

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب: ما جاء في إسبال الإزار، رقم الحديث: ۴۰۸۵، ۱۲/۱۱۳، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، الهند)

اور دوسرے گروہ میں علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں تکبر کی قید کا اعتبار نہیں ہے، اسبال ہر حال میں مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے۔

ملاحظہ ہو: (امداد الفتاویٰ، احکام متعلقہ لباس، ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند لٹکانا و دفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ، جواب اشکال بر کراہت اسبال بدون خیلاء: ۴/ ۱۲۳-۱۲۱، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(اصلاحِ رسوم، آٹھویں فصل، ص: ۲۹، ۳۰، دار الاشاعت)

(إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب: النهي عن الثوب المزعفر للرجال، فوائد شتى تتعلق باللبس والاستعمال: ۱۷/۳۶۶، إدارة القرآن كراتشي)

(العرف الشذي، كتاب اللباس، باب: ما جاء في كراهية جر الإزار، رقم الحديث: ۱۷۳۰، ۳/۲۵۲، دار إحياء التراث العربي)

(فيض الباري، كتاب اللباس، باب: قول الله تعالى: {قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده} رقم الحديث:

(حاشیه البدر الساري إلى فيض الباري للميرٹهي،

كتاب اللباس، باب: قول الله تعالى: {قل من حرم زينة

الله التي أخرج لعباده}رقم الحديث: ۵۷۸۳، ۶/۷۲، دارالكتب العلمية)

(تقرير ترمذى، كتاب اللباس، باب ما جآء

فيكراهيةجرالإزار:۲۳۸/۲-۲۴۱،ميمن اسلامك بكس)

(تكملة فتح الملهم،كتاب اللباس والزينة، باب: تحريم جر الثوب، رقم

الحديث:۵۴۱۱، ۴/۲۱۳، مكتبة دار العلوم كراتشي)

(نوٹ: اس دوسرے گروہ کے تمام متدلات کا جواب مسلک بریلویت کے شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی تفسیر ''تبیان القرآن، (جلد: ۴، صفحہ: ۳۲۱ تا ۳۳۱) میں دیا ہے، اسے بھی ملحوظِ خاطر رکھ لیا جائے، مذکورہ تفسیر آنجناب کے پاس ہو تو فبہا، بصورتِ دیگر انٹرنیٹ سے مندرجہ ذیل لنک سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے)

http://www.archive.org/download/TafsirTibyan-ul-quranUrdu/TibiyanulQuranJ4.pdf

اس کے علاوہ علماء دیوبند کے تمام فتاوی جات میں بھی اسی طرح (بہرصورت مکروہ تحریمی کا قول) مذکور ہے،

چنانچہ! فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱۶/ ۷/ ۱۴۷، امداد الفتاویٰ: ۴/ ۱۲۱، امداد الاحکام: ۴/ ۷/ ۳۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/ ۲۷۳، کفایت المفتی: (مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے دومقامات پر اس فعل کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا ''سخت گناہ'' ہے، ملاحظہ ہو: ۳/ ۱۱، ۹، ۳/ ۱۵۶، اور ایک جگہ لکھا ہے کہ ''مکروہ تنزیہی'' ہے، ملاحظہ ہو: ۳/ ۴۳۰) احسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۹۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۵/ ۱۴۶، فتاویٰ حقانیہ: ۲/ ۴۱۶، ۳/ ۱۹۵، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/ ۳۲۳، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۲۱۶، نجم الفتاویٰ: ۲/ ۳۹۲، فتاویٰ عباد الرحمن: ۵/ ۱۴۸، میں حرمت، کراہتِ تحریمی اور سخت گناہ کا حکم مذکور ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل ملاحظہ کرنے کے بعد معلوم یہ کرنا ہے کہ

(۱) فقہاء احناف کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر ''اسبال الازار'' کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں کتبِ فقہیہ میں کیا تفصیلات ہیں؟

(۲) ''اسبال الازار'' سے متعلق مذکور احادیث میں سے جو احادیث (تکبر کی قید سے) مطلق ہیں، انہیں فقہائے احناف کے نزدیک (تکبر کے ساتھ) مقید (احادیث) پر محمول کیا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کی اکثریت نے اس مسئلہ میں فقہائے احناف (ملا علی قاری، علامہ عینی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ) کی اتباع کو کس بناء پر ترک کیا؟ بالفاظِ دیگر! اس مسئلہ میں فقہائے احناف کی عبارات کو چھوڑ کر براہ راست احادیث سے استدلال کیوں کیا گیا؟

فقط والسلام! المستفتی:

محمد راشد ڈسکوی

استاذ ورفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۴۳۶/۶/۲ھ

بسم الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا و مصلیاً

اسبالِ ازار کی امکانی طور پر چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱- تکبر کی وجہ سے ٹخنے ڈھانکنا۔

۲- بغیر تکبر قصداً ٹخنے ڈھانکنا۔

۳- بے خیالی کی وجہ سے بغیر قصد و تکبر کے ٹخنے ڈھانکنا۔

۴- عذر کی وجہ سے ٹخنے ڈھانکنا۔

مذکورہ چار صورتوں میں سے پہلی قسم میں چونکہ تکبر پایا جاتا ہے اور تکبر بالاتفاق آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ناجائز ہے؛ اس لئے تکبر کی نیّت سے ٹخنے کے نیچے کپڑا لٹکانا بھی سخت مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہو گا، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿إن الله لايحب كل مختال فخور﴾ (لقمان:۱۸)

نیز ارشادِ ربّانی ہے:

﴿فبئس مثوى المتكبرين﴾ (المؤمن:۷۶)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، عن النبيﷺ قال: «لايدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرّة من كبر».

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان: ۱/ ۲۷۵، ط: دار الفكر، بيروت)

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(عن عبد الله) قال: قال رسول اللهﷺ:« من جر ثوبه خيلاء، لم ينظر الله إليه يوم القيامة».

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس: ۷/ ۲۳،ط: دار الفكر بيروت)

دار الافتاء
۱۱/۴۱

وفي إعلاء السنن:

يحرم إطالة الثوب والإزار والسراويل على الكعبين للخيلاء، ويكره لغيرها.

(النهي عن الثوب المزعفر للرجال: ١٧/ ٣٦٦، ط: إدارة القرآن، كراتشي)

اس طرح کی اور بھی متعدد نصوص اس بارے میں وارد ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسبالِ ازار کی یہ قسم سخت مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے، نیز اس قسم کے مکروہ اور ناجائز ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تیسری قسم میں چونکہ نہ تکبر پایا جاتا ہے اور نہ ہی اسبالِ ازار کا قصد پایا جاتا ہے، بلکہ بے خیالی کی وجہ سے کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹک جاتا ہے؛ اس لئے یہ صورت مکروہِ تحریمی میں تو داخل نہیں ہوگی، البتہ اس میں کراہتِ تنزیہی ضرور لازم آئے گی۔

چوتھی قسم میں چونکہ عذر، مثلاً: ٹخنے کے نچلے حصے میں کوئی زخم وغیرہ ہونے کی وجہ سے ٹخنے ڈھانپے جاتے ہیں اور عذر کی وجہ سے بعض ناجائز امور بھی جائز ہو جاتے ہیں؛ اس لئے اس صورت میں اگر چادر اور شلوار کے علاوہ کوئی اور ڈھانپنے والی چیز میسّر نہ ہو، تو بالاتفاق نہ کراہتِ تحریمی لازم آئے گی اور نہ ہی تنزیہی۔

مذکورہ چار قسموں میں سے پہلی، تیسری اور چوتھی قسم میں اتفاق ہے، البتہ دوسری قسم میں اختلاف ہے، جو درج ذیل ہے:

پہلا فریق:

شوافع اور بعض احناف، مثلاً: علامہ عینی، ملا علی قاری اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کا موقف یہ ہے کہ اسبالِ ازار تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے، ان حضرات کے مستدلات حسبِ ذیل ہیں:

في صحيح البخاري:

عن سالم بن عبد الله، عن أبيه رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: «من جر ثوبه خيلاء، لم ينظر الله إليه يوم القيامة» قال أبوبكر رضي الله

دار الافتاء
٤٠/١١

عنه: يارسول الله! إن أحدشقي إزاري يسترخي إلا أن أتعاهد ذلك منه؟ فقال النبيﷺ: «لست ممن يصنعه خيلاء».

(كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من غير خيلاء:٧/ ٤٣، ط: دار الفكر، بيروت)

وفي شرح صحيح مسلم للنووي:

أما قوله: المسبل إزاره، فمعناه المرخي له الجار طرفه خيلاء... وهذا التقييد بالجر خيلاء يخصص عموم المسبل، ويدل على أن المراد بالوعيد من جره خيلاء، وقد رخص النبيﷺ في ذلك لأبي بكر الصديق رضي الله عنه وقال: لست منهم؛ إذ كان جره لغيرخيلاء...

(كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار:١/ ٧١)

وفيه أيضاً:

وذكرنا... أنه لايجوز إسباله تحت الكعبين إن كان للخيلاء، فإن كان لغيرها، فهو مكروه وظواهرالأحاديث في تقييدها بالجر خيلاء تدل على أن التحريم مخصوص بالخيلاء وهكذا نص الشافعي رحمه الله على الفرق كما ذكرنا، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم ، وإلا فمنع تنزيه.

(كتاب اللباس، باب تحريم جرّالثوب خيلاء: ٢ / ١٩٥،١٩٤، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي)

وفي صحيح البخاري:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرّ إزاره بطراً.

(كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء: ٧/ ٤٥، ط: دار الفكر، بيروت)

ان کے علاوہ وہ تمام نصوص ان کے مستدلات میں سے ہیں، جن میں تکبر کی قید ملحوظ ہے اور جن روایات میں علی الاطلاق نفی وارد ہے، ان کو تکبر کی صورت پر محمول کرتے ہیں۔

مذکورہ مستدلات کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جو جملہ ارشاد فرمایا«لست ممن یصنعه خیلاء» یہ مذکورہ اقسام میں سے چوتھی قسم یعنی عذر کی صورت پر محمول ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے استفسار کے جواب میں ارشاد فرمایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا استفسار عذر کی بناء پر تھا؛ اس لئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جسم کمزور تھا، ازار باندھنے کے بعد وہ ڈھیلا پڑ جاتا اور ٹخنے ڈھک جاتے تھے؛ لہذا اس کو غیر عذر پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے؟

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

وفي معالم السنن للخطابي:

قلت: وقد روينا أن أبا بكر رضي الله عنه استأذن رسول الله ﷺ فيما يسقط من الإزار، فرخص له في ذلك وقال: لست منهم . وكان السبب في ذلك ما علمه من نقاء سره، وأنه لايقصد به الخيلاء والكبر وكان رجلا نحيفا قليل اللحم وكان لايستمسك إزاره إذا شد على حقوه، فإذا سقط إزاره، جره، فرخص له رسول الله ﷺ في ذلك وعذره.

(كتاب اللباس، ومن باب إسبالِ الإزار: ٤/ ١٨١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

وفي فيض الباري:

وأما قوله ﷺ لأبي بكر:« إنك لست ممن يجر إزاره خيلاء»، ففيه تعليل بأمر مناسب.

(كتاب اللباس: ٧/ ٢٩٠،٢٨٩، ط: دار إحياء التراث' بيروت)

۲- اگر بالفرض اس کو بغیر تکبر کے قصد والی صورت پر محمول کیا جائے، تو آپ ﷺ کی بصیرت کی بناء پر اس کے جواز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ مستثنی ہوں گے؛ لہذا اس سے عمومی حکم کیسے لیا جاسکتا ہے؟ (جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء
٢٠/١١

چنانچہ ملاحظہ ہو:

في أحكام القرآن لابن العربي المالكي:

فعم رسول اللهﷺ(بالنهي) واستثنى أبابكر رضي الله عنه، فأفاد الأدنياء إلحاق أنفسهم بالأقصياء وليس ذلك لهم.

(سورة المدثر:٤/ ١٨٨٨، ط: دار المعرفة، بيروت)

وفى إلهام الملهم شرح الصحيح لمسلم لشمس الدين:

قوله: «لاينظر الله تعالى من جرّ ثوبه خيلاء» ، تغطية الكعبين بالإزار حرام عند أبي حنيفة رحمه الله مطلقاً وعند الشافعي رحمه الله بنية الخيلاء وأبوبكر مستثنى عنه.

(كتاب اللباس: ٢/ ٢٠٠، ط: قاضي شمس الدين مدرسه جامعه صديقيه، كوجرانواله)

۳- احناف کے نزدیک یہ اصول متعین ہے کہ مطلق کو مقید پر اس وقت محمول کر سکتے ہیں، جب دو روایتیں حکم میں متضاد ہوں، لیکن جہاں دو روایتیں ایک حکم کے سبب میں متضاد وارد ہو جائیں، تو اس صورت میں دونوں کو جمع کرنا متعین ہو جاتا ہے، یعنی مطلق کو اپنے اطلاق پر اور مقید کو اپنی تقیید پر رکھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے اور ہمارے مختلف فیہ مسئلہ میں روایات کا اختلاف سبب میں ہے نہ کہ حکم میں؛ لہذا یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا اور ان کو جمع کرنا متعین ہو جائے گا۔

ثم ورود المطلق مع المقيد على وجوه... إما أن يكون ورودها في سبب حكم في حادثة... أو في حكم واحد في حادثة واحدة... واختلفوا في القسم الأول... عند عامة أصحابنا لاحمل فيه.

(كشف الأسرار على أصول البزدوي: ٢/ ٥٢١،٥٢٢، ط: قديمي)

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء
٤٠ / ١١
جامعہ عثمان بن عفان

وفي نور الأنوار:

وعندنا لايحمل المطلق على المقيد وإن كانا في حادثة واحدة؛ لإمكان العمل بهما ، إذ لاتنافي بينهما... وفي صدقة الفطر ورد النصّان في السبب ولامزاحمة في الأسباب، فوجب الجمع بينهما يعني: أن ما قلنا: إنه يحمل المطلق على المقيد في الحادثة الواحدة والحكم الواحد إنما هو إذا وردا في الحكم،للتضاد وأما إذا وردا في الأسباب، أو الشروط، فلا مضايقة فيه ولاتضاد، فيمكن أن يكون المطلق سببا بإطلاقه والمقيد سبباً بتقييده.

(مبحث الوجوه الفاسدة: ١٥٩،١٦٠، ط: دار الحديث، ملتان)

۴-احادیثِ مقیدہ میں ''خیلاء'' کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ یہ قید واقعی ہے؛ اس لئے کہ مقید روایات میں دونوں قیدوں کا احتمال ہے اور احادیثِ مطلقہ سے قیدِ واقعی کا احتمال راجح ہو جاتا ہے؛ لہذا ''خیلاء'' کی قید واقعی ہوئی نہ کہ احترازی، اس قید کا یہ فائدہ ہے کہ اس میں اسبالِ ازار میں پائے جانے والے ایک بڑے گناہ ''تکبر'' کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

۵-اسبالِ ازار کے بارے میں جو روایات وارد ہیں، ان میں دو قسم کی وعیدیں ہیں: جو مقید روایات ہیں، ان میں «لا ینظر اللہ» اور اس قسم کے الفاظ ہیں اور مطلق روایات میں «عذاب بالنار» کا ذکر ہے، بالفرض اگر ہم ''خیلاء'' کی قید کو احترازی تسلیم کرلیں، تو پھر بھی اس سے «لا ینظر اللہ» وعید کی نفی ہو جائے گی، لیکن ''عذاب بالنار'' کی وعید تو پھر بھی باقی رہے گی، اس وعید کے ہوتے ہوئے بغیر تکبر کے اسبالِ ازار کو کیسے جائز کہا جاسکتا ہے؟

٦-احناف کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جن احکام کی علت مخفی ہو، جس پر مطلع ہونا مشکل ہو، تو ایسے احکام میں حکم کا مدار سبب پر ہوتا ہے، علت پر نہیں ہوتا، جیسے: وضو ٹوٹنے کی علت ''استرخاءِ مفاصل'' ہے اور اس کا سبب ''نوم'' ہے، لیکن ''استرخاءِ مفاصل'' پر اطلاع مشکل ہے: اس لئے وضو ٹوٹنے کا مدار اس کے سبب یعنی ''نوم'' پر ہو گا۔ (جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء
١١/٤

مختلف فیہ مسئلہ میں اگر اسبالِ ازار کی وعید کی علّت ''تکبر''، تسلیم کرلی جائے، تو بھی مضر نہیں ہے؛ اس لئے کہ تکبر ایسی علت ہے، جس پر اطلاع مشکل ہے؛ لہذا وعید کا مدار اس کے سببِ ظاہر یعنی اسبالِ ازار پر ہو گا۔

في المنارمع كشف الأسرار:

وقد يقام السبب الداعي والدليل مقام المدعو والمدلول وذلك إمّا لدفع الضرورة ... أو لدفع الحرج كما في السفر والطهر.

وفي كشف الأسرارعلى المنار:

وهذه الوجوه متقاربة، أي: إقامة الشيء مقام آخر؛ لدفع الضرورة، أو للاحتياط، لدفع الحرج متقاربة، ففي ضبطها يتم فقه الرجل.

في نورالأنوارعلى هامش الكشف:

(وقد يقام السبب الداعي والدليل مقام المدعو والمدلول ... وذلك... إما لدفع الضرورة ... أو لدفع الحرج كما في السفر والطهر) هذان مثالان لإقامة الدليل مقام المدلول، فإن السفر أقيم مقام المشقة، وجعل دالاً عليها وإن لم يكن ثمه مشقة أصلا.

(باب أقسام السنّة، فصل: أما القسم الثاني .... الخ :٢/ ٤٣٤- ٤٣٦، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي)

وفي البدر الساري:

وإذن هو من باب إقامة السبب مقام المسبب كالنوم، فإنه ليس بحدث، ولكنه سبب لاسترخاء المفاصل، وأنه لا يخلو عن خروج شيء منه غالباً، فأقيم النوم الذي هو سبب مقام الحدث(٧/ ٢٩٠)

۷-مذکورہ مسئلے میں شوافع کا مأخذ امام نووی رحمہ اللہ کی نقل پر اعتماد ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے مذکورہ تفصیل میں امام شافعی رحمہ اللہ کی نص کو بنیاد بنایا ہے اور وہ نص ملاحظہ فرمائیں:

دارالافتاء

والنص الذي أشار إليه ذكره البويطي في مختصره عن الشافعي رحمه الله ، قال: لايجوز السدل في الصلاة ولافي غيرها للخيلاء ولغيرها خفيف؛ لقوله النبيﷺ لأبي بكر رضي الله عنه.

(فتح الباري: ١٠/ ٣٢٤، ط: دار السلام، الرياض)

مذکورہ نص میں غور کرنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ''خیلاء'' کی نفی سے کراہت تحریمی کی نفی لازم نہیں آتی؛ اس لئے کہ پہلے عدم جواز کو ذکر کیا اور غیر خیلاء کی صورت میں اس میں خفت کو ذکر کردیا یعنی غیر خیلاء کی صورت میں عدمِ جواز بنسبت خیلاء کے کم ہے نہ یہ کہ سرے سے تحریمی کے زمرے سے ہی نکل جائے۔

في فتح الباري:

وقال النووي: الإسبال تحت الكعبين للخيلاء، فإن كان لغيرها فهو مكروه وهكذا نص الشافعي على الفرق بين الجرّ للخيلاء وإلا فممنع تنزيه، ... انتهى.

والنص الذي أشار إليه ذكره البويطي في مختصره عن الشافعي رحمه الله ، قال: لايجوز السدل في الصلاة ولافي غيره للخيلاء، ولغيرها خفيف؛ لقول النبيﷺ لأبي بكر رضي الله عنه اهـ وقوله: «خفيفا» ليس صريحاً في نفي التحريم، بل هو محمول على أن ذلك بالنسبة للجرّ خيلاء، فأمّا لغير الخيلاء، فيختلف الحال.

(كتاب اللباس: ١٠/ ٣٢٤، ط: دار السلام، الرياض)

٨- اگر علی سبیل التسلیم تکبر کی نفی ثابت بھی ہوجائے، تب بھی چند وجوہ کی وجہ سے یہ کراہتِ تحریمی سے نہیں نکل سکتا، مثلاً:

- اگر شلوار وغیرہ کا کپڑا اتنا زیادہ ہے کہ اس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہیں، تو اس سے اسراف لازم آئے گا۔
- تشبہ بالنساء لازم آتا ہے۔
- بعض اوقات نجاسات سے اس کو بچانا مشکل ہوجاتا ہے وغیرہ۔

في فتح الباري:

وإن كان الثوب زائدًا على قدر لابسه، فهذا قد يتجه المنع فيه من جهة الإسراف، فينتهي إلى التحريم، وقد يتجه المنع فيه من جهة التشبه بالنساء وهو أمكن فيه من الأوّل ... وقد يتجه المنع فيه من جهة أن لابسه لايأمن من تعلق النجاسة به...الخ(١٠/ ٣٢٥)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے قصدًا اسبالِ ازار کراہتِ تحریمی سے خارج نہیں ہے اور مطلق روایات کو مقید روایات پر محمول کرنادرست نہیں ہے۔

دوسرا فریق:

اکثر احناف کا یہ موقف ہے کہ بغیر تکبر کے قصدًا اسبالِ ازار مکروہ تحریمی ہے۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

وفي بدائع الصنائع:

وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله، عن أبي حنيفة رحمه الله أنه يكره السدل على القميص وعلى الإزار وقال: لأنه صنع أهل الكتاب... وإن كان مع الإزار، فكراهته لأجل التشبه بأهل الكتاب، وقال مالك رحمه الله: لا بأس به كيفما كان، وقال الشافعي رحمه الله: إن كان من الخيلاء، يكره و،إلا، فلا، والصحيح مذهبنا.

(الصلاة، فصل فيما يستحب ويكره: ٢/ ٨٩، ط: دار النشر)

وفي البحر الرائق:

وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يكره السدل على القميص و على الإزار وقال: لأنه صنيع أهل الكتاب... وإن كان مع الإزار، فكراهته لأجل التشبه بأهل الكتاب فهو مكروه مطلقًا سواء كان للخيلاء أو لغيره،للنهي من غير فصل اهـ

(كتاب الصلاة: ٢/ ٤٥، ط:مكتبه رشيديه، كوئته)

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

وفي الشامية:

وإن كان مع السراويل فكراهته للتشبه بأهل الكتاب، فهو مكروه مطلقاً وسواء كان للخيلاء، أو غيره.

(كتاب الصلاة: ٢/ ٤٨٨، ط: مكتبه رشيديه، كوئته)

في فيض الباري:

قوله:(من جرّثوبه خيلاء) وجر الثوب ممنوع عندنا مطلقا، فهو إذن من أحكام اللباس وقصر الشافعية النهي على قيد الخيلاء فإن كان الجر بدون التكبر، فهو جائز وإذن لايكون الحديث من أحكام اللباس والأقرب ما ذهب إليه الحنفية؛ لأن الخيلاء ممنوع في نفسه ولا اختصاص له بالجر. (٧/ ٢٨٩،٢٩٠)

وفي إلهام الملهم شرح صحيح مسلم:

قوله:(لا ينظر الله تعالى من جر ثوبه خيلاء) تغطية الكعبين بالإزار حرام عند أبي حنيفة مطلقًا وعند الشافعي بنية الخيلاء. (٢/ ٢٠٠)

ان حضرات کے مستدلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

في صحيح البخاري:

عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبيﷺ قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار.

(كتاب اللباس: ٧/ ٤٤، ط: دار الفكر، بيروت)

وفي جامع الترمذي:

عن حذيفة رضي الله عنه قال: أخذ رسول الله ﷺ بعضلة ساقي، أو ساقه، فقال: هذا موضع الإزار فإن أبيت، فأسفل فإن أبيت، فلاحق للإزار في الكعبين.

(أبواب اللباس، باب في مبلغ الإزار: ٤/ ٢١٧، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

دار الافتاء
٤١/١١

مذکورہ روایات اور ان کے علاوہ دیگر روایات، جن میں علی الاطلاق اسبالِ ازار سے روکا گیا، ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسبالِ ازار کے عدمِ جواز میں نفسِ اسبال ہی مؤثر ہے اور ''خیلاء'' کی قید سے اس کے عدمِ جواز میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نفسِ اسبال تکبر ہی ہے، تو جب اس کا تکبر ہونا واضح ہوا، تو اس کے عدمِ جواز میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو تکبر کے ارادے سے اسبال نہیں کرتا، تو اس کی یہ بات مسلم نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ نفسِ اسبال ہی تکبر ہے۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

في سنن أبي داؤد:

عن أبي جريّ جابر بن سليم ... قال (النبيﷺ): ولا تحقرن شيئاً من المعروف... وإياك وإسبال الإزار، فإنها من المخيلة، وإن الله لايحب المخيلة.

(كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار: ٧/ ٢٣، ط: دار الفكر، بيروت)

وفي فتح الباري:

قال ابن العربي: لايجوز للرجل أن يتجاوز بثوبه كعبه ويقول: لاأجرّ خيلاء؛ لأن النهي قد تناوله لفظًا ولايجوز لمن تناوله اللفظ أن يقول: لاأمتثل؛ لأن تلك العلة ليست فيّ، فإنها دعوى غير مسلمة، بل إطالة ذيله دالّة على التكبر.

(كتاب اللباس: ١٠/ ٣٢٥، ط: دار السلام، الرياض)

وفيه أيضاً:

حاصله: أن الإسبال يستلزم جرّ الثوب، وجرّ الثوب يستلزم الخيلاء. (١٠/ ٣٢٥)

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء
٤٠
/١١
معهد عثمان بن عفان الإسلامي

وفي البدر الساري على فيض الباري:

قلت: ويخطر ببالي أن الشرع جعل نفس الجرّ مخيلة، فإن الذين يجرّون ثيابهم لا يجرّون إلا تكبرا وفخرا. (۷/ ۲۹۰)

تیسری بات یہ ہے کہ اگر نفسِ اسبال کو تکبر فرض نہ کریں، تب بھی "مظنۂ تکبر" سے تو خارج نہیں ہو سکتا اور "مظنۂ تکبر" سے کراہتِ تحریمی کا ثبوت مسلمہ امور میں سے ہے؛ لہذا اس اعتبار سے بھی یہ کراہت تحریمی سے خارج نہیں ہوتا۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

في الشامية:

(فمحاذاة المصلّية لمصلّ ليس في صلاتها مكروهة) قوله: (مكروهة) الظاهر أنها تحريمية؛ لأنها مظنة الشهوة والكراهة على الطاري.

(الصلاة، مطلب في الكلام على الصف الأول: ۲/ ۳۸۳، ط: رشيديه)

تکبر کے علاوہ بھی چند دیگر گناہ کا التزام اس میں لازم آتا ہے جن کی وجہ سے مکروہِ تحریمی کے زمرے سے اس کا خارج ہونا مشکل ہے، مثلاً: اس میں تشبہ بالنساء ہونا، کپڑوں میں اسراف لازم آنا، نجاسات سے اس کو بچانے کا مشکل ہو جانا وغیرہ، جن کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں تفصیل سے ذکر کیا ہے؛ لہذا ان تمام مفاسد کے باوجود کراہتِ تنزیہی کا قول کیسے کیا جا سکتا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ مقیدہ و مطلقہ اور فقہائے کرام کی عبارات میں غور و فکر سے حکم کے اعتبار سے اسبالِ ازار کی چار صورتیں بنتی ہیں:

- ۱- اگر تکبر کی وجہ سے ہو، تو آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مقیدہ کی وجہ سے سخت مکروہِ تحریمی ہے۔
- ۲- اگر بغیر تکبر کے قصداً اسبال کرے، تو احادیثِ مطلقہ کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے۔
- ۳- اگر بغیر تکبر و قصد کے لاپروائی اور سستی کی وجہ سے اسبال کرے، تو مکروہِ تنزیہی ہے۔
- ۴- اگر عذر کی وجہ سے کرے، تو بلا کراہت جائز ہے۔

دار الافتاء
۴۰/۱۱

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جمہور احناف کا موقف مسئلہ متنازع فیہ میں کراہتِ تحریمی ہے اور جن احناف نے اس قول سے انحراف کیا ہے، ان کے انحراف کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے متنازع فیہ مسئلہ کے متعلق احادیثِ مقیدہ کو تشریحاتِ شافعیہ کی روشنی میں حل کیا، جس کی وجہ سے لامحالہ ان کو شافعیہ کا قول کرنا پڑا، اگر وہ حنفی اصول و تشریحات کی روشنی میں ان کو حل کرتے، تو کبھی بھی وہ کراہتِ تنزیہی کا قول نہ کرتے۔

نیز جن فقہائے حنفیہ سے اسبالِ ازار بغیر القصد کا حکم کراہتِ تنزیہی منقول ہے، ان میں سے صاحبِ ہندیہ کا قول جمہور احناف کے قول کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے اور علامہ عینی، ملا علی قاری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ نے چونکہ کتبِ حدیث میں مذکورہ قول کیا ہے اور اصولِ افتاء کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ:

> ’’چونکہ کتبِ فقہ کے علاوہ دیگر کتب میں مسائل فقہیہ تبعاً مذکور ہوتے ہیں، اصالۃً ذکر نہیں کئے جاتے اور کئی جگہ ان میں قولِ راجح کے خلاف مسائل ذکر کردیئے جاتے ہیں؛ اس لئے اس قسم کے اقوال پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

في أصول الإفتاء وآدابه:

> ربما يكون الكتاب في موضوع آخر سوى الفقة، كالتصوف والأسرار والأدعية والتفسير والحديث، وإنما تذكر فيه المسائل الفقهية تبعاً لا مقصوداً، وكثيراً ما يوجد في مثل هذه الكتب ما هو خلاف المذهب الراجح، مع جلالة مؤلفيها، وقد وجدت غير واحد من مثل ذلك في «عمدة القاري» للعيني رحمه الله تعالى، و«المرقاة» لعلي القاري.
>
> الأصل الخامس، الوجه السادس: ١٨٣، ط: معارف القرآن، كراتشي)

مذکورہ اصول کے پیشِ نظر اکابر علمائے دیوبند کی اکثریت نے کتبِ شروحِ حدیث میں ذکر کردہ قول کی بجائے کتبِ فقہ، یعنی: ’’بدائع الصنائع‘‘، ’’البحر الرائق‘‘ اور ’’رد المحتار‘‘ وغیرہ میں ذکر کردہ قول پر اعتماد کیا ہے؛ اسی وجہ سے علمائے دیوبند کی اکثریت نے ان حضرات کی جلالتِ

دار الافتاء
۱۱/۴۰

شان کے باوجود ان کے مذکورہ قول کی بنیاد پر بغیر تکبر کے قصداً اسبالِ ازار کے کراہتِ تنزیہی ہونے کا فتوی نہیں دیا۔

چند شبہات اور ان کے جوابات:

شیخ الحدیث جناب غلام رسول صاحب نے "تبیان القرآن" میں اسبالِ ازار کے بارے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے جواب پر چند شبہات ذکر کئے ہیں، ذیل میں پہلے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے جواب کا کچھ حصہ ذکر کیا جاتا ہے پھر اس پر کئے جانے والے شبہات کا بالترتیب جائزہ لیا جائے گا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے "امداد الفتاوی: ۴/ ۱۲۲" میں تحریر کیا کہ

> ---"ما نحن فیہ" میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں، یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، پس مطلقاً جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔

شبہ نمبر-۱

جر ثوب یا جر ثوب للخیلاء (کپڑا گھسیٹنا یا تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹنا) یہی تو بعینہ معصیت اور نافرمانی ہے، تھانوی صاحب اسی کو حکم بھی قرار دے رہے ہیں اور اسی کو حکم کے اسباب بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ صریح «کون الشيء سببالنفسه» ہے---الخ۔

تبصرہ:

(۱) جرِ ثوب اور معصیت کو ایک ہی چیز کہنا درست نہیں ہے، حتی کہ «کون الشیء سببا لنفسه» اشکال لازم آئے، بلکہ جرِ ثوب سبب ہے اور معصیت مسبب اور حکم ہے دونوں ایک چیز نہیں ہیں؛ اس لئے کہ "جر ثوب" مکلف کا فعل ہے جو اس کے اختیار میں ہے اور حواس سے اس کا ادراک

(جاری ہے---)

ممکن ہے اور معصیت وحرمت اس کے مذکورہ فعل پر مرتب ہونے والا اثر ہے، جو "جرِ ثوب" کے بعد بغیر اختیار کے حاصل ہوجاتا ہے اور اس کا ادراک حواس سے ناممکن ہے؛ لہٰذا "جرِ ثوب" اور "معصیت" کو ایک قرار دینا نہ عقلاً صحیح ہے اور نہ ہی نقلاً درست ہے۔

(۲) اصولِ فقہ میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حکمِ شرعی کا اطلاق کبھی سبب پر مرتب ہونے والے اثر پر بھی ہوجاتا ہے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی عبارت میں حکم یعنی معصیت سے مراد وہی اثر ہے، جو سبب یعنی جرِ ثوب اور جرِ ثوب للخیلاء پر مرتب ہوتا ہے اور سبب اوراس پر مرتب ہونے والے اثر میں فرق کسی سے مخفی نہیں ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے بھی «کون الشیء سببا لنفسه» کا اشکال لازم نہیں آتا۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

والحكم يقال أيضاً على أثر العلة كنفس الملك، فإنه أثر للعلة التي هي البيع، وقد يعبر عنه بأثر فعل المكلف... ويقال أيضاً على وصف فعل المكلف حال كونه أثرا للخطاب الذي هو الإيجاب والتحريم كالوجوب والحرمة، فإنها أثر الإيجاب والتحريم.

(التقريروالتحبير، باب في الأحكام: ۲/۹۸، ط: المكتبه المعروفة، كوئته)

(۳) اگر بالفرض ہم تسلیم کرلیں کہ جرِ ثوب اور اس پر مرتب ہونے والا اثر یعنی معصیت ایک ہی چیز ہے اور اس سے «کون الشيء سببا لنفسه» لازم آتا ہے، تو اس سے اصولِ فقہ کے وسیع باب کا بطلان لازم آئے گا، مثلاً: فقہاء نے صراحت کی ہے کہ زنا کرنا سبب ہے اور اس پر مرتب ہونے والا اثر اس کی حرمت ہے، اب اگر ہم یہ کہیں کہ زنا اور حرمت دونوں ایک ہی چیز ہیں، تو اس تفصیل کا بے کار ہونا لازم آئے گا۔

چنانچہ ملاحظہ ہو:

وقوله سبحانه:﴿ولاتقربوا الزنا ﴾المتعلق بالنهي عن الزنا هو الحكم عند الأصوليين وأثره المرتب عليه وهو حرمة الزنا هو الحكم عند الفقهاء ...والحكم الفقهي هو الأثر الذي يقتضيه النص الشرعي.

دارالافتاء

(الوجيز في أصول الفقه: ١١٩-١٢١، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي)

مذکورہ تفصیل سے شبہ کا بطلان اور اس کا احناف کے مسلمہ اصول کے خلاف ہونا واضح ہوا۔

شبہ نمبر-۲

اس جواب میں معصیت کو حکم کہا گیا ہے، حالاں کہ اللہ جل وعلا اور رسول ﷺ معصیت کا حکم نہیں دیتے، بلکہ معصیت نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔۔۔ الخ۔ (۳۲۶/۴)

تبصرہ:

یہ اشکال انتہائی سطحی ہے؛ کیونکہ اصولِ فقہ میں یہ بات مصرح ہے کہ حکم کی دو قسمیں ہیں: (۱) حکمِ تکلیفی، (۲) حکمِ وضعی:

۱- حکمِ تکلیفی: حکمِ تکلیفی میں مکلف سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے ﴿أقیموا الصلوۃ﴾ اس میں نماز پڑھنے کا حکم ہے اور ﴿لا تقربوا الزنا﴾ اس میں زنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم صرف حکمِ تکلیفی کے متعلق ہوتا ہے، حکمِ وضعی کے متعلق نہیں ہوتا۔

۲- حکمِ وضعی: حکمِ وضعی میں ایک شی کے دوسری شی کے لئے سبب، شرط یا مانع ہونے کی وضاحت ہوتی ہے، مثلاً: جرِ ثوب سبب ہے اور معصیت وحرمت اس پر مرتب ہونے والا حکم ہے۔
مذکورہ اصول سے معلوم ہوا کہ شبہ کی بنیاد حکمِ تکلیفی پر ہے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا معصیت کو حکم کہنا حکمِ وضعی کی بنیاد پر ہے؛ لہذا یہ شبہ ہی بے محل ہے۔
چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

لفظ الحكم الشرعي يقال للوضعي، أي: للخطاب الوضعي... ففي الموقوف عليه الحكم... مع ظهور المناسبة بين ما وضع وحكمه... وضع العلية... وإلا لو لم يكن بينهما مناسبة ظاهرة، فمع الإفضاء في الجملة إلى ذلك الحكم وضع السبب... ويقال الحكم أيضاً على

دار الافتاء جامعہ عثمان بن عفان ... ۱۱/۴۰

التكليفي خطابه المتعلق بأفعال المكلفين طلباً، أو تخييراً... الخ
(التقرير والتحبير: ٢/ ٩٩،٩٨)

الحكم التكليفي: هو ما اقتضى طلب فعل من المكلف، أو كفه عن الفعل، أو تخييره بين الفعل والكف عنه ... والحكم الوضعي: هو ما اقتضى وضع الشيء سببا لشيء، أو شرطا له، أو مانعا منه ونحو ذلك.

(الوجيز: ١٢٢،١٢١، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي)

شبہ نمبر-۳

شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے تعمد کا؛ اس لئے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا (امداد الفتاوی ج۴، ص۱۲۳)۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے؛ کیونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے، جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنی مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے؛ اس لئے کلامِ رسول کو اپنی خواہش کا معنی بلاوجہ پہنانا باطل ہے۔

تبصرہ:

اگر ہم تسلیم کر لیں کہ حقیقت اولی ہے، تب بھی اشکال بے محل ہے؛ اس لئے کہ اصولِ فقہ میں حقیقت کے مستعملہ ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر مجاز مراد لینے کے پانچ اسباب بیان کیے ہیں، ان میں سے ایک سیاقِ کلام بھی ہے یعنی سیاقِ کلام مجازی معنی مراد لینے پر دلالت کرے اور مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد «لست ممن يصنعه خيلاء» حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب میں تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معذرت تعمد پر مبنی تھی؛ اس لئے کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا «من جرّ ثوبه خيلاء، لم ينظر الله إليه يوم القيامة »، تو اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں تو قصداً ایسا نہیں کرتا، میری تو مجبوری ہے؛ لہذا

جواب بھی اسی کے موافق ہوگا اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی جواب میں اسی کی وضاحت کی ہے۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

الحقيقة تترك بدلالة العادة... وبدلالة سياق النظم.

(المنار مع كشف الأسرار: ۱/ ۲٦۹، ط: قديمي كتب خانه)

یہاں تک تو شیخ غلام رسول سعیدی صاحب کے شبہات کا جواب ہوگیا، آگے ذیل میں شیخ غلام رسول صاحب کے ان دلائل میں سے مضبوط ترین دلیل کا جائزہ لیا جاتا ہے، جو انہوں نے اپنے موقف کے اثبات میں پیش کئے ہیں:

دلیل:

(مقید احادیث اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عبارت پر بحث کرنے کے بعد احادیثِ مطلقہ کے جواب میں تحریر کیا کہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط، اس کا کوئی سبب بطورِ قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے، وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے، جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے، مثلاً۔۔۔ الخ (مثال میں وجوبِ زکوۃ میں حولانِ حول والی روایت اور اس شرط سے مطلق روایات کا ذکر کیا ہے)

جواب:

یہ بات پہلے بھی تفصیل سے آچکی ہے کہ احناف کے نزدیک یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر دو روایتیں ایک مسئلے کے حکم کے سبب میں مطلق و مقید وارد ہوجائیں، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ مطلق کو اپنے اطلاق پر اور مقید کو اپنی تقیید پر رکھ کر ان دونوں پر عمل کیا جائے گا اور متنازع فیہ مسئلے میں بعینہ یہی صورت ہے۔

دار الافتاء ٤١ /١١ معهد عثمان ابن عفان

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

ثم ورود المطلق مع المقيد على وجوه... إما أن يكون ورودها في سبب حكم في حادثة... أو في حكم واحد في حادثة واحدة... واختلفوا في القسم الأول... عند عامة أصحابنا لاحمل فيه.

(كشف الأسرار على أصول البزدوي: ٢/ ٥٢١،٥٢٢، ط: قديمي)

ومثل ذلك في (نورالأنوار:٢٢٧)

مذکورہ دلیل سے شیخ صاحب نے قیاس کر کے جو نتیجہ نکالا ہے، یہ احناف کے اصول کے مطابق نہیں ہے، بلکہ شوافع کے اصول کے مطابق ہے؛ اس لئے کہ "اصولِ بزدوی" میں شوافع کے استدلال میں اس قسم کا قیاس مذکور ہے، جس سے شوافع نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے؛ لہذا حنفی مسلک کو شوافع کے اصول سے ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

نیز مذکورہ مسئلہ کو زکوۃ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے؛ اس لئے کہ مقیس (اسبالِ ازار) میں آپ مطلق کو مقید پر محمول کر رہے ہیں اور مقیس علیہ (زکوۃ میں حولانِ حول والی روایت) میں مقید روایت مطلق روایت کے لئے ناسخ بن رہی ہے نہ یہ کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جارہا ہے؛ لہذا دونوں میں قیاس کہاں درست ہوا؟

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

وأبعد من هذه الجملة ما قال الشافعي رحمه الله من حمل المطلق على المقيد في حادثة واحدة بطريق الدلالة؛ لأن الشيء الواحد لايكون مطلقاً ومقيداً مع ذلك والمطلق ساكت والمقيد ناطق، فكان أولى كما قيل في قوله عليه السلام: «في خمس من الإبل شاة»...

فأما قيد الإسامة، فلم يوجب نفياً عندنا، لكن السنة المعروفة في إبطال الزكاة عن العوامل أوجبت نسخ الإطلاق.

(أصول البزدوي مع كشف الأسرار: ٢/ ٥٢١-٥٢٣)

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء
٤٠/١١

’’تبیان القرآن‘‘ میں شیخ غلام رسول صاحب نے اسبالِ ازار میں اپنے موقف کو ثابت کرنے میں اگرچہ احناف کے اصول سے ہٹی ہوئی کئی باتیں ذکر کی ہیں، لیکن اسبالِ ازار کی موجودہ تحریر کچھ طویل ہو چکی ہے؛ اس لئے ان دلائل کو بھی ذکر کردہ دلیل کے مانند سمجھ لینا چاہئے اور ان دلائل کے جوابات کے درپے ہوئے بغیر اتنی تفصیل پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اللہ تعالی دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔

واللہ اعلم بالصواب

وقاص الرحمن عفی عنہ

المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث

معہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، لانڈھی

۱۴۳۶/۶/۱۲ھ = ۲/۴/۲۰۱۵م

الجواب صحیح

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

دار الافتاء معہد عثمان بن عفان

۱۴۳۶/۷/۱۷ھ

الجواب صحیح

عمران حسن

۱۴۳۶/۷/۱۵ھ

الجواب صحیح

مسیح اللہ عفی عنہ

۳۶/۷/۱۷ھ

الجواب صحیح

احمد ...

۳۶/۷/۱۵ھ

الجواب صحیح

نور البشر محمد نور الحق

۱۴۳۶/۷/۱۷ھ

دار الافتاء

الرقم: ۸۱/۴۰

التاریخ: ۱۴۳۶/۷/۱۷ھ